ڈاکٹر محمد ریاض

مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ

(آخری قسط۔ سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو شمارہ مئی ۱۹۷۶ء)

موت سے بے خوفی اور مال و منال کے رد و قبول میں اعتدال کا قائل ہونا، رومیؒ و اقبال کے دیگر مشترک پسندیدہ مضامین بیان ہیں۔ ان کے نزدیک مال و دولت اس صورت میں برا ہے کہ اس سے غلط استفادہ ہو ورنہ اس کے ذریعے خودی اور بے خودی دونوں کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ رومی موت کو ارتقائے حیاتِ انسانی کی ایک صورت قرار دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اعزہ و احباب کے فوت ہونے پر متاثر نہ ہوتے اور خوش و خرم رہتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ نے ایک مرحلۂ ارتقائے کر لیا، اس پہ غم کیسا اور نوحہ و فریاد کیوں؟ صلاح الدین زرکوب کے جنازے میں مولانا نے پائے کوبان شرکت کی اور فرقۂ مولویہ کے لوگوں نے خود مولانا کو اس طرح دفن فرمایا کہ پائے کوبی اور نے نوازی ہو رہی تھی[۲۷]۔ اس سے واضح ہے کہ مولانا نے اپنے ترس و ہیبت والے زمانے میں لوگوں کو موت سے کس قدر بے باک بنا رکھا تھا۔ اقبال بھی موت کو ارتقائے حیات کی ایک صورت بتاتے ہیں[۲۸] مگر ان کے نزدیک یہ صاحبانِ خودی کے لیے مخصوص ہے۔ خانۂ ضعیف کا انجام خلا جانے۔

علامہ مرحوم حُبِّ مال اور ترسِ مرگ کو مسلمانوں کے لیے بڑے فتنے قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں نے زکوٰۃ و خیرات اور جہاد کی روح کو خراب کر کے رکھ دیا۔ یہاں ہم مولانائے موصوف اور علامہ مرحوم کے چند اشعار نقل کرتے ہیں:

---

[۲۷] مناقب العارفین جلد ۲ (طبع انقرہ)، ص ۹۳۷

[۲۸] سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی   فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

رومی: مردم از حیوانی و آدم شدم پس چه ترسم کی ز مردن کم شدم
حملهٔ دیگر بمیرم از بشر تا بر آرم از ملائک پر و سر
وز ملک هم بایدم جستن ز جو کل شیء هالک الا وجهه
زندگی در مردن و در محنت است آب حیوان در درون ظلمت است
نه چنان مرگی که در گوری روی مرگ تبدیلی که در نوری روی
می رود چون زندگان بر خاکدان مرده و جانش نقره بر آسمان
مال را گر بهر دین باشی حمول نعم مال صالح گوید رسول
آب در کشتی هلاک کشتی است آب اندر زیر کشتی پشتی است
چونکه مال و ملک را از دل براند زان سلیمان خویش جز مسکین نخواند
چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن نی قماش و نقره و مرد و زن

اقبال: زندگی محکم ز تسلیم و رضاست موت نیرنج و طلسم و سیمیاست
بندهٔ حق ضیغم و آهوست مرگ یک مقام از صد مقام اوست مرگ
می فتد بر مرگ آن مرد تمام مثل شاهینی که افتد بر حمام
هر زمان میرد غلام از بیم مرگ زندگی او را حرام از بیم مرگ
بندهٔ آزاد را شانی دگر مرگ او را می دهد جانی دگر
او خود اندیش است و مرگ اندیش نیست مرگ آزادان ز آنی بیش نیست
مرد مومن خواهد از یزدان پاک آن دگر مرگی که برگیرد ز خاک
آن دگر مرگ انتهای راه شوق آخرین تکبیر در جنگاه شوق
آنکه بود الله او را ساز و برگ فتنهٔ او حب مال و ترس مرگ
رفت از او آن مستی و ذوق و سرور دین او اندر کتاب و او به گور
از مرگ ترسی ای زندهٔ جاوید؟ مرگ است صیدی تو در کمینی
جانی که بخشند دیگر نگیرند آدم بمیرد از بی یقینی
از آن مرگی که می آید چه باک است خودی چون پخته گردد لازوال است

زمرگ دیگری لرزد دل من — دل من، جانِ من، آب و گِل من
زکارِ عشق و مستی برفتادن — شرارِ خود بخاشاکی زرادن
بدست خود کفن برخود بریدن — بچشم خویش مرگ خویش دیدن
ترا این مرگ هردم درکمین است — بترس ازوی که مرگ ماهمین است
کند گورِ تو اندر پیکرِ تو — نکیر و منکر او در بر تو

اقبال نے اپنی انگریزی یادداشتوں[۲۹] (نوشتہ ۱۹۱۰) میں بھی رومی کے عظیم نبوغ کو سراہا ہے۔ فرماتے ہیں:

انھوں نے حضرت مسیح کی مانند زندگی کے عمیق حقائق بیان کیے ہیں اور یہ کام بعد میں ولیم شکسپیر نے بھی انجام دیا۔

مولانا کی مثنوی کے بیت اول اور کئی دوسرے ابیات میں "نے" کا ذکر ہے۔ مولانا موسیقی دان اور نے نواز تھے[۳۰] مگر اقبال نے، "نے"، نے نواز اور نے نوازی کے کلمات سے کس قدر عمدہ معانی پیدا کیے اور ان کلمات کو شاعرانہ زبان دے دی۔ اب نے نواز اور نے نوازی، شاعر اور شاعری کے لیے متداول کلمات ہیں:

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی — نفس ہندی، مقام نغمہ تازی
نگہ آلودۂ اندازِ افرنگ — طبیعت غزنوی، قسمت ایازی
جمال عشق و مستی نے نوازی — جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدرؓ — زوال عشق و مستی حرف رازی
بخلوت نی نوازی های من بین — بخلوت خود گدازیهای من بین
گرفتم نکتۂ فقر از نیاکان — زسلطان بے نیازی های من بین
اگر می آید آن دانای رازی — بده او را نوای دل گدازی

---

۲۹ Stray Reflections، ص ۵۵

۳۰ شرح مثنوی شریف جزء اول از دفتر اول، مؤلفہ استاد فروزانفر مرحوم

ضمیر امتاں را می کند پاک — کلیمی یا حکیمی نَے نوازی
وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی — مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی
نہ جدا رہے نوا گر تب و تاب — کہ ہلاکی امم ہے، یہ طریقِ نَے نوازی

رومی و اقبال کے کئی دیگر مشترک موضوعات ہیں۔ مثلاً فقر کا خاص تصور، عرفانِ ذات (جو رومی کے ہاں ابتدائی نوعیت کی ہے)، شرفِ انسانی، حیاتِ دوام اور برتریِ عشق بر عقل وغیرہ۔ ان ہی مناسبات کی بنا پر اقبال مدت العمر رومی کا انواع و اقسام کا ذکر کرتے رہے:

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے — وہی آب و گل، وہی تبریز ہے ساقی
حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں — رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں
شاعری کو مثلِ آن عالی جناب؟ — نیست پیغمبر ولی دارد کتاب
پیرِ روم آن صاحبِ ذکرِ جمیل — ضربِ او را سطوتِ ضربِ خلیل
رومی آن عشق و محبت را دلیل — تشنہ کاماں را کلامش سلسبیل
پیرِ رومی آن امامِ راستان — آشنای ہر مقامِ راستان
آفتابی کہ از تجلی او — افقِ شام و روم نورانی
شعلہ اش در جہانِ تیرہ نہاد — بہ بیابان چراغِ رہبانی[۳۱]
معنی از حرفِ او ہمی روید — صفتِ لالہ ہای نعمانی[۳۲]

شعرائے مغز بیان کی دنیا میں کمی نہیں مگر عالمِ اسلام میں شاعرانِ مصلح کا جب ذکر ہونے لگے تو مرحلہ اول میں ہی رومی کا ذکر آئے گا اور اس کے بعد اقبال کا۔ تاریخِ اسلام میں کئی قسم کے مصلحین کا تذکرہ ملتا ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ، مگر شعر کے ذریعے

۳۱؎ اشعار بالترتیب بالِ جبریل، پس چہ باید کرد اور پیامِ مشرق میں سے ہیں۔

۳۲؎ گماں آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا — بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
(اقبال: نظم طلوعِ اسلام)

ے ملت کرنے والوں میں رومی و اقبال کے بعد کوئی نمایاں نام بمشکل ملے گا اور در حقیقت
ں کا مشترک لائحہ عمل یہی تھا کہ:

غم دیگر بسوز و دیگران را ہم بسوز گفتمت روشن حدیثی گر توانی دار گوش
گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری ہاں سنا دے محفل ملت کو پیغام سروش
ہ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

حکمتِ رُومی

از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

جلال الدین رومی کے افکار و نظریات ایسے دائمی حقائق پر مبنی ہیں جن کی اہمیت اور قدر و قیمت میں گردش زمانہ کوئی کمی نہ کر سکی اور ان کی مثنوی سے جس کو "قرآن در زبان پہلوی" کہا گیا ہے علامہ اقبال بھی ویسے ہی متاثر ہوئے جیسے کہ مولانا جامی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی یہ تصنیف رومی کے افکار و نظریات کی حکیمانہ تشریح ہے جس میں ماہیت نفسِ انسانی، عقل و عشق، وحی و الہام، وحدتِ وجود، احترامِ آدم، صورت و معنی، عالمِ اسباب اور جبر و قدر کے بارے میں رومی کے خیالات پر سیرِ حاصل بحث کی گئی ہے۔

صفحات: ۲۵۸ قیمت: ۸ روپے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور